جناب ابرار خٹک
لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج مردان

علم وادب اور تہذیبی روایت کا ایک گوہرِ نایاب
جناب سراج الاسلام سراج
سابق معاون ماہنامہ ''الحق''

پچھلے نصف عشرے سے ہر بار دامنِ امید تھام کر اس خیال سے اُن کے قدموں میں بیٹھ جاتے ہیں کہ آج علم وعمل کا مخزن' مطالعات' مشاہدات وتجربات کا گنجینہ' کلاسیکی ادب کا شناور اور تہذیبی روایت کا آخری پیکرِ جلیل' حسب سابق فکر وفن کی تجوریاں کھول کر مانندِ ابر ہمارے تن من کی سوکھی وادیوں کے ناآسودہ جذبوں کو ''نہال'' کردیگا۔ رومیؒ' سعدیؒ وحافظؒ کی کوئی دلکش صدا' رحمانؒ' خوشحالؒ واقبالؒ کی کوئی منفرد نوا' بیدلؒ وغالبؒ کی کوئی مستانہ ادا' حافظ الپوریؒ' حمزہ وعلی خانؒ کا کوئی نکتۂ زیبا اُن کے شیریں لبوں پر انگڑائی لے کر ہماری سماعتوں میں رس گھولنے لگ جائے گا۔ استادِ بے مثل کا فصاحت و بلاغت' لحاظ و مرّوت سے مالا مال لہجہ رگ رگ پر رعشہ طاری کردے گا۔ ''قصیدہ بردہ شریف'' (منظوم مثلث ترجمہ (پشتو) کے ولولہ انگیز اشعار' خاکِ حجاز کا سُرمئی رنگ لیے آنسوؤں میں ڈھل کر اُن کے پا بہ زنجیر جذبوں کو بہالائیں گے۔ ''اربونہ سلامونہ'' (پشتو نعتیہ کلام) وادی ومنزلِ بطحا کی حسرتیں لیے اُن کے شفق رنگ رُخسار کو لالہ رنگ کردے گا۔ درسی وتدریسی تجربات کے رقّت آمیز وسحر انگیز مناظر کی کوئی جھلک' ماضی کے گمنام جھروکوں سے کوئی بھولا بسرا نغمہ' اُن کے رخِ پُرنور ولبِ پُرسوز پر رقصاں ہوکر ہم پر وجد طاری کردے گا۔ لفظوں کی طلسم کاریاں' تراجم کی باریکیاں' ادب کے رموز' خوشنویسی وخطاطی کی گرہیں' یادگارِ سلف کی نکتہ آفرینیاں' عربی' فارسی' اردو اور پشتو کے انوکھے رنگ' کلاسیکی ادب کے حیرت انگیز نکتے اس ہفت رنگ وہمہ جہت شخصیت کی زبان سے نکل کر سینے میں پیوست ہوجائیں گے۔ شاعرِ شیریں سخن کے فصیح وبلیغ اشعار (اسماء الحسنٰی واحادیث' منظوم پشتو تراجم) روح کو متزلزل کردینگے۔ سائنس وجغرافیہ (کیمسٹری کے آٹھ گیس اور ضلع پشاور کا جغرافیہ' منظوم پشتو تراجم) مانندِ طفلانِ مکتب ہمارے چہروں پر بھی مسکراہٹیں بکھیر دیں گے' مگر افسوس.... ہماری زخم خوردہ سماعتیں' ترستی آنکھیں' مرجھائے چہرے حسرت ویاس کی نذر ہوجاتے ہیں کہ ہر بار' زیست گریزی' بیزاری وبے نیازی سے بھرپور چہرہ ہمیں

نامراد چھوڑ جاتا ہے۔ ہمارے کان اُن کی دلکش صداؤں کو ترس جاتے اور آنکھیں' قابلِ رشک ماضی کو تصور میں لاتے ہوئے تر ہو جاتی ہیں۔ اُن کا دمکتا چہرہ' خوابیدہ آنکھیں اور بے تبسم ہونٹ گویا اُن کے محبوب ''غالب'' کے اس شعر کی تصویر بن جاتے ہیں۔ یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

عالمِ باعمل' استادِ باکمال' ماہرِ تعلیم' شاعر' مترجم' خطاط' ماہرِ علمِ عروض' علمِ اعداد' علمِ تقویم' لسانیات (عربی' اردو' پشتو' فارسی) سراج الاسلام سراجؔ'' جنکا حافظہ پچھلے پانچ سالوں سے جواب دے چکا ہے اور اب یادداشت کے سرچشموں نے اُنکی زبان کے سوتوں کو سیراب کرنا چھوڑ دیا ہے' تاہم الحمدللہ کہ قوتِ گویائی بحال ہے۔ عزیز ترین خونی رشتوں کی جدائی' پیرانہ سالی' ضعفِ اعصاب اور نسیان نے انہیں شہرِ خوشحال' اکوڑہ خٹک میں اپنے گھر اور کمرے تک محدود کر دیا ہے۔ اس دوران انہیں علم ہی نہ ہو سکا کہ عالمی طاقتوں نے اپنی معاشی خشکیوں کو خونِ انساں کے کتنے لہو رنگ دریاؤں سے سیراب کیا۔ عالمی منافقانہ سیاست نے کتنی زمینوں کی عصمتوں کو سائنس و ٹیکنالوجی کی ''حیرت انگیزیوں'' سے تار تار کیا۔ عصری ادب کی بے ثمر گودیوں کو تخلیق و تحقیق کے کتنے نوخیز شگوفوں نے بار آور کیا۔ سیاست کی منڈیوں میں قومی و ذاتی وفاداریاں کس بھاؤ نیلام ہوئیں۔ عوامی فلاح و بہبود کی نا آسودہ بانہوں کو استحصال و بے حرمتی کی کس کس بھٹی سے گزار کر وقت کی آگ کا ایندھن بنایا گیا اور رعایا کی خواہشات کے شیش ہائے محلات کو منافقت کے کن کن پتھروں سے پاش پاش کیا گیا۔

سراج الاسلام سراجؔ ۱۹۲۸ کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی کتب اپنے والد امیر زادہ صاحب سے پڑھیں' شعر و ادب کا ذوق فطری جبکہ خوش نویسی کا فن اپنے ماموں روح الامین سے حاصل کیا۔ ۱۹۴۶ میں میٹرک کیا' ۱۹۴۷ کو محکمہ تعلیم صوبہ سرحد میں مدرس بھرتی ہوئے۔ بی اے' ایم اے پشاور یونیورسٹی سے پرائیویٹ حیثیت سے پاس کیے جبکہ بی ایڈ' کالج آف ایجوکیشن' پشاور سے باقاعدہ کیا۔ ۱۹۸۷ میں بحیثیت ایس ای ٹی (SET) ریٹائرمنٹ لے کر اکوڑہ پبلک سکول کے نام سے ادارہ قائم کیا اور تادمِ علالت تدریسی' ادبی و سماجی مشاغل سے ہمہ تن وابستہ رہے۔

سراج الاسلام سراجؔ کے علمی و ادبی مقام سے ادب شناسوں کا ایک مخصوص حلقہ واقف ہے۔ مذکورہ بالا ہر شعبۂ فن میں ان کی مہارتیں ادب و فن شناسوں سے غیر معمولی صلاحیتوں کے اعتراف کا خراج و اعزاز وصول کر چکی ہیں تاہم فنِ ترجمہ نگاری آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق رہا' جس میں آپ نے نادر اضافے کیے۔ یہاں اُن کے تراجم سے چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ یہ تمام تراجم ''خاصے کی چیزیں'' ہیں۔

<u>حضرت امام ابو حنیفہؒ:</u>

کسرۃ خبز و کعب ماء وفرو ثوبٍ مع السّلامہ

خیر من العیش فی نعیم یکون بعد ھا الملامہ

یوه گپه دَ ڈوڈئی کنڈول د خاورو دوه دَ تن زڑو کی بس دی راته جانه
دَ هغی عیش و عشرت نه راته خه دی چه صبا پری ملامت یم هم پشیمانه

غالبؔ

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے
که وَس می وے مابه وه مزکے نه پحتنه کڑی شومی بلا ٔهغه زمونگ ڈُر و گوهر دِ سه که
مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے
کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لختِ لخت کو عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے
ڈیره موده وشوه چه میلمه می وو جانان ما په پیالو ڈکو ٔوو جوڑ کڑے چراغان
بیا راٹولومه خپل زیگر تیکے تیکے بیا دعوت کومه د بنڑو او د چشمان

حمزہ باباؔ

سترگی می لوستے شی د فطرت کتاب وڑالدِدٔ اشنا شی نو اَمیالی شی
آنکھیں میری پڑھ سکتی ہیں فطرت کے صحیفے جب سامنے وہ آئیں تو ہو جاتی ہیں ان پڑھ
زه بہرلدی سترگی او شڈله زوالی حسن گنڑم نه نرئی ملا لکه ویخته٬ نه ٹیٹی مڑی سترگی
اکڑ جوانی٬ عقابی نظر کو حسن کہوں نہ موکمر٬ نہ نگوں سر٬ نہ مردنی آنکھیں
لا خو تخَیل د حمزهٓ تت نه دے چا وے چه پشتو کے غزل چرته دے
ابھی تخیلِ حمزہٓ نہیں ہوا کمزور کہا یہ کس نے کہ پشتو میں ہے غزل نایاب
سو که حمزهٓ د شپیتو تیر یمه وس خو لا تر لنه غزل گو یمه زه
عمرِ حمزهٓ زائد از شصت سال شد می کند شوقِ غزل گولی هنوز

خوشحال خان خٹکؔ

په خادئی سره شریک وی اولسونه غم یوازی د خوشحال خٹک په زان دے
خوشی کے وقت سب اپنے پرائے ساتھ رہے بوقتِ غم تنِ تنہا رہا خوشحال خٹک
سر هغه په لنه خه دے که دَ سر٬ سره عزت شته
جو باوقار ہو وہ سر تنے پہ بجتا ہے وبالِ دوش ہے وہ سر جو باوقار نہ ہو
مڑه هغه چه نه ئی نوم نه ئی نشان شته تل تر تله په خه نوم باقی خاغلی
باقی نہیں ہے نام ونشان جن کا مر گئے وہ زندہ تا ابد ہیں جو کچھ کام کر گئے
په جهان د ننگیالو دی دا دوه کاره یا به وخوری ککرئی یا به کامران شی

اہلِ عزت کے لیے دنیا میں دو ہی کام ہیں | یا تو سر قربان کرے گا یا بنے گا کامران

د ناپوه، سره په جشن حاضر مه شه | د دانا سره قبول کړه که ماتم دے

نادان کے ساتھ جشن میں جانے سے کر گریز | دانا کے ساتھ غم پہ بھی جانا قبول کر

د خِلقت د کا ر خانی نه کله کله | په جهان پيدا خوشحالؔ غونڈِ بشر شي

خِلقت کے کارخانے میں صدیوں کے بعد ہی | کرتا ظہور ہے کوئی خوشحالؔ سا بشر

که غوپې پسې وهي په لاس به درشي | چا وے دا چه په درياب کې گهر نشته

غوطے پہ غوطے کھا کے تو کچھ ہوگا دستیاب | کس نے کہا ہے یہ کہ بحر میں گہر نہیں

پند د محمد ﷺ د ابو جهل پکار نه شو | سوک به ئی صيقل کا چه ئی خدائے آئينه زنگ که

ابو جہل کا آئینۂ دل حق نے کیا زنگ | صیقل نہ کر سکا اسے کردارِ محمد ﷺ

د خوشحالؔ قدر که اوس په هيچا نشی | پس له مرگه به ئی ياد کا ډير عالم

خوشحالؔ کا نہیں ہے کوئی قدردان آج | مرنے کے بعد یاد کریں گے بہت سے لوگ

په زرگو نو راته لافے د يارئی کړی | مايو يار پکی ونه ليدو، صديق

لافِ یاری می زند یارِ ہزار | یک نه دیدم یار چو ن، صدیق را

ان کے منظوم ومنثور تراجم کی خصوصیات یہ ہیں کہ نظم ونثر کا حقیقی خالق پیش منظر میں رہتا ہے نہ کہ پس منظر میں۔شعر کے فکری وفنی محاسن اس خوبی سے ترجمے میں سمو دیتے ہیں کہ ان پر طبع زاد کا گمان ہونے لگتا ہے۔غزلیاتِ غالبؔ کے پشتو ترجمے میں یہ خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں، خصوصاً جب وہ پشتو روزمرّہ ومحاورہ ،ضرب الامثال کو ترجمے میں سموتے ہیں تو لگتا ہے جیسے غالبؔ پشتو کے شاعر تھے نہ کہ اُردو، فارسی کے۔حقیقت یہ ہے کہ کلامِ غالبؔ کا منظوم پشتو ترجمہ سراجؔ صاحب سے پہلے اور ان کے بعد کوئی بھی مترجم تمام تر فکری وفنی محاسن کو ملحوظ خاطر رکھ کر نہ کر سکا۔یہی خصوصیات پشتو سے اردو ترجمے میں بھی نظر آتی ہیں۔خوشحال خان خٹکؔ اور حمزہؔ شنواری کے منتخب کلام کے اردو، فارسی تراجم اس حقیقت پر دال ہیں۔عربی، فارسی، اردو اور پشتو زبانوں میں ان کے تراجم ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کی غمازی کرتے ہیں۔یہ تراجم جہاں اردو، پشتو ادب کا قیمتی اثاثہ ہیں وہاں اسلامی ادب میں بھی بیش بہا خزانے کا درجہ رکھتے ہیں۔ان کے تراجم کی خصوصیات سلاست وروانی ہے، دقیق ومشکل الفاظ کے استعمال سے وہ ترجمے کو قاری کے لیے بوجھل وناقابلِ فہم نہیں بناتے۔خواص کی بجائے عوامی لب ولہجہ اختیار کر کے فصاحت وبلاغت کا بھرپور لحاظ رکھتے ہوئے قاری کو بلاتوقف شعر کے فکری وفنی لذتوں میں شریک کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے تراجم کو ایک ہی نشست میں ختم کرنے کو جی چاہتا ہے، جو یقیناً ان کے تراجم کو انفرادیت عطا کرتا ہے۔وہ پشتو زبان میں

ترجمے کی روایت کا امین ہی نہیں مجدد ہیں۔ پورے کلامِ غالب کا ترجمہ پشتو زبان پر ان کا احسانِ بے بدل ہوتا مگر افسوس..... ''اے بسا آرزو کہ حسرت خاک شد'' عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کی خوشیوں اور سانحہ ہائے ارتحالات پر ان کے سہرے، مرثیے اور مادہ ہائے تواریخ اردو، فارسی اور پشتو کی مذکورہ ادبی روایتوں میں اہم اضافے ہی نہیں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے لیے آپ کی شبانہ روز خدمات تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے جسے تادیر نہ صرف یاد رکھا جائے گا بلکہ انشاء اللہ آپ کی ابدی خوشیوں کا باعث بھی بنے گا۔

درس وتدریس کی دنیا سے وابستہ اصحاب، سراج صاحب کی تدریسی سعیات سے کما حقہ واقف ہیں۔ ابتدائی درجات کی تدریس کے ضمن میں ان کے نظریات و تجربات سے ایک زمانہ استفادہ کرتا آرہا ہے۔ اساتذہ کی تربیتی ورکشاپوں، سیمی ناروں میں ان کے لکچرز آبِ زر سے لکھنے کے قابل تھے جس نے ہزاروں اساتذہ کو پیشہ ورانہ مہارتوں و صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ خوش نویسی کا فن انہیں ورثے میں ملا، اردو، پشتو کی مشہور کتب کو آپ کی کتابت کا اعزاز حاصل رہا۔ آج آپ کے سینکڑوں شاگرد جن میں دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ کی کثیر تعداد شامل ہے اس روایت کو آگے بڑھا رہے ہیں جو یقیناً آپ کیلئے صدقۂ جاریہ ہے۔ خلیق، ملنسار اور مرنجا مرنج شخصیت، سفید لباس، قراقلی ٹوپی، محفل پر چھا جانے کی قدرتی صلاحیتوں سے مالا مال؛ آپ فکری ہی نہیں وضعی لحاظ سے بھی تہذیبی وتمدنی روایت کے امین رہے۔ کلاسیکی ادب کے علمی وفنی نکات سے طالبان علم وادب کو مستفید کرتے تو آپ کی محفل سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ باریک بین اتنے کہ ہر منظر کو لفظی تصویر کے ذریعے دلوں میں اتار دیتے اور نرم دل ونرم خو اتنے کہ ہر ادائے الفتِ انسانی پر آنکھیں تر ہو جاتیں۔ آج جب انسانی، علمی وفنی خصوصیات کے حامل اس پیکرِ بے مثل کو علالت ''عدم دلچسپی و بیزاری'' کی اس کیفیت میں دیکھتے ہیں تو بے ساختہ ان کے بہی خواہوں، ہم جلیسوں، قدر شناسوں اور ادبیات مذکورہ کی حالت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ شومئی قسمت سے ربّ کائنات نے ہم سب کو اس گوہرِ آبدار، مخزنِ علم وفن کی قربت سے جیتے جی محروم کر دیا ہے۔ ___ سراج الاسلام سراج صاحب نے گمنامی میں رہ کر ادب کی حقیقی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ ستائش و صلے کی تمنا سے بے نیاز، ساری عمر قناعت میں گزاری اور حقیقی معنوں میں اسلاف کی روایات کو زندہ رکھا۔ ادب کی بے لوث خدمت کرتے ہوئے حکومتی اکابرین کی سرپرستی حاصل کرنے کیلئے شاہی درباروں اور اقتدار کی بارگاہوں کا کبھی طواف نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ ہر سراج شناس نے اُن کی ادب کیلئے سعیات کا برملا اعتراف کیا ہے۔ آج وہ مختلف بیماریوں سے برسرِ پیکار؛ ادب کے بڑے بڑے حکومتی سرپرستوں کی جانب سے ''بیمار پرسی'' کی خواہش سے یکسر بے نیاز ہے تاہم ان کا ادبی سرمایہ ادب وثقافت کے بڑے بڑے اداروں پر براجمان، علمبردارانِ ادب وثقافت کا امتحان ضرور لے رہا ہے۔ امید ہے قارئین وسراج شناس خواتین وحضرات، ان کی صحت یابی ودرازی عمر کیلئے دعائیں کرینگے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ　　افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی　　(بقیہ صفحہ ۶۰ پر)